Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 01, Issue 02, July-December 2022, PP: 63-70
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v1i2.1480
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

عبادات میں قیاس کے اجراء کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

A Research Based Analytical Study of the Issue of Qiyās *fil ʻIbādah*

Dr. Zubair Tayyab
CEO, Hira Institute of Social Sciences Research and Development

Abstract

Qiyās means to measure or evaluating one thing in terms of another. Qiyās indicates a comparison to establish equality or similarity between two things. According to Jurists, Technically it is an extension of law from the original text to which the process is pragmatic. Qiyās is an extension of the Shari'ah ruling from the original case (AṢl) to the new case (Far') because both of them have the same effective cause ('Illah). As per Jurists, Qiyās is one of the most important among the rational sources. In Qiyās a jurist tries to find out the effective cause of a Ḥukm in the Qur'an and Sunnah then renders the two cases equal in terms of Ḥukm. To find the Ḥukm is not an easy task in majority of cases, and for this purpose a qualified person such as, Mujtahid is sometimes required in such a case.The article under review is related to the issue of Qiyās fil 'Ibādah. Jurists have different opinion in said issue. In this article, the opinions of the Jurists have been examined in detail and research concludes that no absolute Ḥukm can be placed on this issue. Where a reason is found to be rational it is suitable to order the proclamation of the Qiyās.

Keywords

Qiyās, ʻIbādah, Similarity, Ḥukm, ʻ*Illah*

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

1. موضوع کا تعارف

علمائے اسلام نے اَحکام شرعیہ کے استنباط و استخراج کے لیے جو علم وضع کیا وہ ''اصول فقہ '' کہلاتا ہے۔ اصول فقہ سے مراد وہ اصول و قواعد اور ضوابط ہیں جن سے کام لے کر ایک فقیہ قرآن و سنت اور شریعت کے دوسرے مآخذ سے فقہی احکام کا استخراج کرتا اور روز مرہ کے پیش آنے والے عملی مسائل کے لیے تفصیلی ہدایات مرتب کرتا ہے۔ بالفاظِ دیگر شریعت کے عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے معلوم کرنے میں جو قواعد و ضوابط مد و معاون ثابت ہوتے ہیں ان کے مجموعہ کو اصولِ فقہ کہا جاتا ہے۔ اصول فقہ کی اہم ترین مباحث میں سے ایک بحث ''قیاس فی العبادات'' ہے جس کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ کیا عبادات میں قیاس کا عمل دخل ممکن ہے یا نہیں؟ زیرِ نظر مقالہ اسی بحث سے متعلق ہے تاہم مذکورہ بحث سے پہلے قیاس اور عبادات کے چند اصول و مبادیات کا بیان مناسب معلوم ہوتا ہے۔

2. قیاس کی حقیقت و ماہیت اور عناصر

قیاس کا لفظی معنٰی ہے اندازہ لگانا چنانچہ کہا جاتا ہے "قست الارض بالقصبة" میں نے لکڑی کے ایک ڈنڈے سے زمین کو ناپا یعنی اس کی لمبائی اور چوڑائی کا اندازہ لگایا۔ البحر المحیط کے مطابق "قیاس کے معنی "تقدیر" یعنی ایک شئ کا اندازہ دوسری شئ کے ذریعہ کرنے کے ہیں۔[1] قیاس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ دو مذکور چیزوں میں سے ایک کے ثابت شدہ حکم کو دوسری چیز کے اندر ثابت کر دینا اس بنیاد پر کہ وہ دوسری چیز ایک وصفِ خاص میں اُس پہلی چیز کے ساتھ شریک ہو۔ چنانچہ عبد اللہ بن صالح الفوزان شرح الورقات فی اصول الفقہ میں لکھتے ہیں:

رد الفرع الی ا لاصل بعلة تجمعہما فی الحکم۔[2]

ایسی علت کی بنیاد پر جو فرع اور اصل دونوں میں موجود ہو اصل کے حکم کو فرع کی جانب متعدی کر دینا قیاس ہے۔

اصل سے مراد منصوص حکم اور فرع سے مراد پیش آمدہ مسئلہ ہے جسے منصوص پر قیاس کرتے ہوئے حکم لگایا جاتا ہے۔ قیاس کے ارکان کی تعداد چار ہے جنہیں قیاس کے عناصرِ اربعہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ درج ذیل ہیں:

1. اصل جسے مقیس علیہ کہتے ہیں۔
2. فرع جسے مقیس کہتے ہیں۔
3. حکم۔
4. علت یعنی وہ وصفِ جامع جو اصل اور فرع دونوں میں مشترک ہے۔

ان عناصر کو ایک حدیث سے سمجھنا آسان ہو گا جس میں آپ ﷺ نے ربا الفضل کی بابت ارشاد فرمایا:

الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا الاهاءوهاء۔[3]

گندم کو گندم کے بدلے میں بیچنا سود ہے مگر برابر برابر۔

مذکورہ حدیث گندم سمیت چھ اصناف کے بارے میں وارد ہے تاہم چاول کا حکم معلوم نہیں کہ اسے باہم تبادلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا جائز ہے یا نہیں؟ غور و فکر کرنے سے معلوم ہوا کہ جب دونوں طرف گندم ہو تو جنس ایک ہو جاتی ہے اور کہ گندم ناپ تول کر بکنے والی چیز ہے۔ اس سے نتیجہ اخذ کیا گیا کہ جب جنس اور قدر ایک ہو تو اس چیز کی خرید و فروخت کے وقت "برابری" ضروری ہے۔ گویا یہاں قدر اور جنس علت طے کی گئی۔ چاول کو چاول کے عوض فروخت کرنے میں بھی یہی بات دیکھی کہ دونوں طرف چاول اور تول کر بیچی جانے والی چیز ہے۔ چنانچہ علت یعنی قدر مع الجنس پائے جانے کی وجہ سے حدیث میں وارد حکم چاول کی بیع میں بھی متعدی کر دیا گیا کہ چاول کو چاول کے بدلے میں فروخت کرنے میں بھی برابری ضروری ہے۔ جہاں بھی دو ہم جنس قدری (ناپ تول کر بکنے والی) چیزوں کا تبادلہ ہو رہا ہو وہاں یہی حکم وارد ہو گا۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قیاسِ شرعی میں چار چیزیں ضروری ہیں:

- پہلی وہ چیز جس کا حکم قرآن یا سنت سے ثابت ہو۔ اس کو "مقیس علیہ" یا اصل کہتے ہیں جو کہ درج بالا مثال میں گندم ہے۔
- دوسری وہ چیز جس کا حکم معلوم نہیں۔ اس کو مقیس یا فرع کہتے ہیں، جو کہ مذکورہ بالا مثال میں چاول ہے۔
- حکم یعنی قرآن وسنت میں امر شارع چاہے وہ وجودی ہو یا عدمی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثال میں یہ حکم دیا گیا کہ تبادلہ برابر برابر ہو۔ کمی بیشی ربا میں داخل ہو گی۔
- وہ خاص کیفیت جس کی بنیاد پر منصوص حکم لگایا گیا اسے علت کہتے ہیں، اس کا تعین فقہاء انتہائی غور و خوض سے کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا مثال میں قدر مع الجنس علت طے کی گئی۔ چنانچہ جہاں جہاں یہ علت پائی جائے گی وہاں منصوص حکم نافذ ہو گا۔

3. عبادت کی تعریف اور حقیقت وماہیت

فقہِ اسلامی کے ماہرین سے عبادت کی متعدد تعریفات منقول ہیں۔ زیر بحث موضوع میں عبادت کی وہ تعریف زیادہ جامع مانع محسوس ہوتی ہے جو علامہ ابن عابدین شامی نے رد المحتار علی الدر المختار میں: "الفرق بین الطاعة والقربة والعبادة" کے عنوان کے تحت ذکر کی ہے۔ لکھتے ہیں:

العبادةما يثاب على فعله و يتوقف على نية: فنحو الصلوات الخمس و الصوم و الزكاة و الحج من كل ما يتوقف على النية۔[4]

ہر وہ فعل جس کے کرنے میں ثواب ہو اور وہ فعل نیت پر موقوف ہو جیسا کہ پانچ نمازیں، روزہ، زکوٰۃ اور حج کہ یہ سب اُنہی اَفعال میں سے ہیں جن کا عبادت ہونا نیت پر موقوف ہے۔

حافظ ابن کثیر نے سورۃ الفاتحہ کی آیت "ایاک نعبد" کی تفسیر میں عبادت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

شرع میں عبادت کمال محبت، خشوع اور خوف کی کیفیات کے مجموعے کا نام ہے۔[5]

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی فعل کا عبادت قرار پانا دو امور پر منحصر ہے۔ اول یہ کہ خالق سے امید و بیم کی کیفیت پر مبنی امر کہ جس کی تعمیل موجبِ ثواب ہو اور دوم یہ کہ ثواب کا تحقق بھی تب ہو جب وہ فعل عبادت کی نیت سے کیا جائے۔ چنانچہ جن افعال میں یہ دو امور پائے جائیں انہیں عبادت کہا جائے گا جو از روئے قرآن جن وانس کی تخلیق سے شارع کا مطلوب ہے۔[6] قیاس اور عبادت کا الگ الگ مفہوم جان لینے کے بعد عبادات میں قیاس کا مطلب بیان کیا جاتا ہے۔

3.1 قیاس فی العبادات کا مفہوم اور حقیقت

عبادات میں قیاس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قیاس کی بنیاد پر کسی نئی عبادت کو ایجاد کیا جائے بلکہ عبادات میں قیاس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت یا اجماع سے ثابت شدہ کسی عبادت میں کوئی ایسا جامع وصف پایا جائے کہ وہی جامع وصف اس خاص فعل کے ماسواء میں بھی موجود ہو تو پہلے سے ثابت شدہ اِس خاص فعل کا حکم اُس فعل پر لاگو کر دیا جائے جس کے بارے میں قرآن و سنت میں صراحت موجود نہیں۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھنا مفید ہوگا۔ چاروں مذاہب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ حجِ قران کرنے والے پر دَم یعنی قربانی لازم ہے جبکہ حج تمتع کرنے والے پر قیاس کرتے ہوئے یہ حکم لاگو کیا گیا ہے۔ اسی طرح چاروں مذاہب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے مُحرِم حالتِ احرام میں ناخن نہیں کاٹ سکتا۔ اس ممانعت کی کوئی تصریح قرآن و سنت میں نہیں لیکن حلق کی ممانعت پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے اسے بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ محرم کے لیے حلق کی ممانعت بطور عبادت ہے۔ اس مفہوم کے ادراک کے بعد اس کے حکم پر بحث اور اس سلسلے میں فقہاء کی تصریحات ذکر کی جاتی ہیں۔

3.2 عبادات میں قیاس کا حکم

عبادات میں قیاس کے جاری ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فقہائے احناف و شوافع کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ قیاس سے کام لینے میں احناف حد درجہ مشہور ہیں تاہم اس مسئلہ میں ان کا موقف عدمِ جریان یعنی قیاس کے جاری نہ ہونے کا ہے۔ امام نسفی کی عبارت ملاحظہ ہو:

ولامدخل للرای فی معرفة ماهوطاعةالله ولهذالایجوزاثبات اصل العبادةبالرای الاتری ان من المشروعات مالایدرک بالمعقول کمقادیرالعبادات والعقوبات کمافی الصلوات والزکوات والصیامات۔[7]

اطاعتِ الٰہی کی معرفت میں رائے کا کوئی دخل نہیں۔ اسی لیے کسی عبادت کا رائے کے ذریعے تحقق

جائز نہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بہت سے مشروع احکام کا بذریعہ عقل ادراک ممکن نہیں جیسا کہ عبادات اور عقوبات کی مقادیر جو کہ نماز، زکوٰۃ اور روزوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

گویا کہ احناف کے نزدیک عبادات کا تعین، مقادیر اور کیفیات ایسے امور ہیں جو غیر مدرک بالقیاس ہیں۔ یہ خالصتاً منشائے الٰہی سے مشروع ہونے والے امور ہیں۔ انسانی عقل و فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے۔ دوسری جانب قیاس کا پورا عمل عقلیات پر منحصر ہے۔ لہٰذا عبادات میں قیاس کے عمل دخل کا کوئی معنی نہیں۔ جبکہ اس سلسلے میں دوسرا موقف شافعیہ کا ہے جو عبادات میں قیاس کے مشروط جواز کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک قیاس کی مکمل شرائط پائے جانے کے وقت عبادات میں اس کا اجراء ممکن ہے۔[8] یہی موقف مالکیہ اور حنابلہ کا ہے۔[9] جمہور اپنے موقف کی تائید میں عہدِ نبوی ﷺ کا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ پر غسل فرض ہو چکا ہے لیکن مجھے پانی دستیاب نہیں۔ مجلس میں موجود عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایک سفر میں ہم اکٹھے تھے اور یہی صورتحال ہم دونوں کے ساتھ پیش آگئی آپ نے نماز نہ پڑھی جبکہ میں نے پاک زمین پر لوٹ پوٹ ہونے کے بعد نماز ادا کی۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کے علم میں آئی تو آپ نے فرمایا:

انماكان يكفيك هكذا۔ فضرب النبی بكفيه الارض ونفخ فيهماثم مسح بهماوجهه وكفيه۔[10]

یقیناً تمہارے لیے اتنا کافی تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان پر پھونکا پھر ان سے اپنے چہرے اور بازوؤں کا مسح کیا۔

وجہ استدلال یہ ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حدثِ اصغر پر حدثِ اکبر کو قیاس کیا بایں طور کہ غسل کے واجب ہونے کی صورت میں جبکہ پانی دستیاب نہ ہو تیمم کیا۔ کیفیت میں اگرچہ آپ ﷺ نے ان کی تصویب نہیں فرمائی لیکن فی نفسہ تیمم کی اجازت دے کر قیاس فی العبادۃ کی تائید فرمائی۔ گویا کہ قیاس فی العبادۃ تقریرِ رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

3.3 قیاس فی العبادات کے بارے میں جامع رائے

اس بارے میں راجح اور جامع بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ عبادات میں قیاس کے جاری ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں علی الاطلاق کوئی حکم نہ لگایا جائے۔ یعنی نہ تو بالکلیہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبادات میں قیاس جاری نہیں ہوتا اور نہ ہی بالکلیہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ عبادات میں قیاس جاری ہوتا ہے۔ بلکہ یہ تفصیل مناسب ہے کہ اگر وہ عبادت ایسی ہو جس میں کوئی وصفِ معقول اور جامع علت موجود ہو تو اس عبادت میں قیاس (اپنی تمام شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے) جاری ہو سکتا ہے اور اگر وہ عبادت ایسی ہو جس میں کسی وصفِ جامع اور وصفِ معقول تک ہماری رسائی نہ ہو سکے تو اس میں قیاس جاری نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ عبادات کے غیر معقول المعنیٰ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ان میں کوئی شرعی معنیٰ و مصلحت ہوتی ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکم میں

موجود معنٰی و مصلحت تک ہماری رسائی نہیں۔ گویا کہ وہ ہمارے فہم کے اعتبار سے غیر معقول المعنیٰ ہیں، حقیقت میں نہیں۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ایک حکم بعض فقہاء کے نزدیک "تعبدی" ہو یعنی "غیر معقول المعنیٰ" ہو، اور بعض فقہاء کے نزدیک وہ "معقول المعنیٰ" ہو کیوں کہ عین ممکن ہے کہ بسا اوقات کسی حکم میں موجود شرعی مصلحت و حکمت تک کسی ایک فقیہ کی رسائی نہ ہوسکے اور دوسرے کی ہوجائے۔ ایسی صورت میں جاننے والے اور نہ جاننے والے نہ تو برابر ہوں گے اور نہ ہی دونوں کا موقف یکساں ہوگا۔ ڈاکٹر سیف علی العصری جو عصر حاضر کے ایک معروف نوجوان فاضل و محقق ہیں اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

> عبادات دو قسم کی ہیں۔ پہلی عبادات تعبدیہ یعنی وہ عبادات جن کی علت معلوم نہ ہو۔ ان عبادات کو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ معقول المعنیٰ نہیں ہیں چنانچہ عبادات کی یہی وہ قسم ہے جس میں قیاس کا کوئی عمل جاری نہیں ہوسکتا اور اس میں ضروری ہوتا ہے کہ جو کچھ نص میں وارد ہو بس اُسی پر اقتصار کیا جائے۔ دوسری وہ عبادات جن کی علت معلوم ہو یعنی وہ عبادات معقول المعنیٰ ہوں۔ (گویا ان میں ایسا معنی اور وصف موجود ہو، جسے علت بنایا جاسکتا ہو) عبادات کی اس قسم میں قیاس کا عمل جاری ہوسکتا ہے۔[11]

بعد ازاں انہوں نے اس موقف کی تائید میں کچھ مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں:

- مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ پتھر کے علاوہ جامد چیزیں مثلاً آج کے دور میں ٹشو پیپر سے استنجاء کرنا درست ہے اور یہ حکم قیاس پر ہی مبنی ہے۔
- مذاہب اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جنون، نشے اور بے ہوشی سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وضو ایک عبادت ہے لیکن اس عبادت کو ان تین چیزوں سے ختم قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ان تینوں چیزوں کے ناقضِ وضو ہونے کی کوئی مستقل اور مخصوص دلیل نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو نیند پر قیاس کرتے ہوئے ناقضِ وضو قرار دیا گیا ہے۔[12]

3.4 قیاس فی العبادات کی جامع مثال

یہاں ایک ایسی مثال پیش کرنا مفید معلوم ہوتا ہے جس کا تعلق عبادات سے ہے اور اس میں شافعیہ کی مانند احناف بھی قیاس کو بروئے کار لائے ہیں۔ متعدد کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

> صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُم الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوتِرُ لَهٗ مَاقَدصَلّٰى۔[13]
>
> رات کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہوجانے کا خوف ہو تو وہ ایک رکعت پڑھ لے جو سابقہ کو وتر بنادے گی۔

اس حدیث کی شرح میں سعید احمد پالن پوری کی تحقیق ملاحظہ ہو:

> امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مدعیٰ یہ ہے کہ رات میں نفلیں دو دو رکعت کرکے پڑھنے چاہئیں، اور چونکہ نفل کے باب میں رات اور دِن یکساں ہیں، پس دن کو رات پر قیاس کریں گے، اور دن کی نفلوں میں بھی دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل قرار پائے گا۔ امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دن میں فرض نمازیں چار رکعت والی ہیں جیسے ظہر اور عصر اور رات میں بھی فرض نماز چار رکعت ہے جیسے عشاء کی نماز۔ فرائض غیر اَولیٰ ہیئت پر نہیں ہوسکتے۔ علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ سے دن میں ایک سلام سے چار رکعت سنت پڑھنا ثابت ہے، اور نبی عموماً جو کام کرتے ہیں، اُسے غیر اَولیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا، غیر اَولیٰ کام اُن کے شایانِ شان نہیں، اور دن پر رات کو قیاس کریں گے، کیوں کہ رات اور دن نوافل کے باب میں یکساں ہیں، پس رات میں بھی چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے۔[14]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کس طرح ایک عبادت کے باب میں ایک طرف امام شافعی اور امام احمد کے ہاں بھی قیاس کار فرما ہے اور عبادت کے بعینہ اُسی باب میں امام ابوحنیفہ کے ہاں بھی قیاس کار فرما ہے۔ قیاس فی العبادت کی یہ ایک اہم مثال ہے۔ اس سے بھی راجح اور جامع رائے کی تائید ہوتی ہے۔ قیاس میں عبادات کے جاری ہونے کی ایک اہم مثال ''توسل بالذوات'' بھی ہے جس کے قائلین جمہور اہل سنت ہیں۔ اس کے جواز کے دیگر دلائل میں سے ایک دلیل ''قیاس'' ہے۔ یعنی اس کے جواز کو ''توسل بالاعمال الصالحہ'' والی ''حدیثِ غار'' پر قیاس کیا گیا ہے۔ حدیث غار میں اعمال صالحہ کے توسل کی علت اُن اعمال کی عند اللہ ''محبوبیت'' ہے جو کہ اس حدیث میں موجود بھی ہے اور معقول المعنیٰ بھی۔ یہی چیز یعنی ''عند اللہ محبوبیت'' حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر صلحائے اُمت میں بھی موجود ہے۔ لہذا توسل بالاعمال الصالحہ کے جواز کا حکم توسل بالذوات الصالحہ کے جواز کی طرف متعدی ہو جائے گا۔

4. حاصلِ بحث

غیر منصوص احکام کی معرفت میں قیاس کا کردار نہایت اہم ہے۔ قیاس کی ذیلی مباحث میں سے ایک عبادات میں اس کے جاری ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں جس میں احناف وجمہور مختلف آراء رکھتے ہیں۔ احناف اس کے عدم جبکہ جمہور اس کے اجراء کے قائل ہیں۔ قیاس کے جواز کے عمومی دلائل کے علاوہ سیرتِ طیبہ کی متعدد مثالیں عبادات کے باب میں قیاس کے جاری ہونے کی تائید کرتی ہیں۔ اس بنا پر راجح موقف یہی ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں علی الاطلاق کوئی حکم لگائے بغیر یہ تفصیل اختیار کی

جائے کہ اگر عبادت میں وصفِ معقول اور جامع علت موجود ہو تو قیاس کی شرائط پائی جانے کی وجہ سے اس کا اجراء جائز ہونا چاہیے اور اگر وصفِ معقول تک رسائی ممکن نہ ہو تو قیاس کے عدمِ اجراء کا موقف اختیار کرنا مناسب ہے۔

حوالہ جات

1 الزرکشی، محمد بن بہادر، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1992ء، 6/5۔

Al Zarkashī, Muhammad Bin Bahādur, Al Baḥr al Muḥīt fi uṣūl al Fiqh, Dār al Kutub al Ilmia, Beirut, 1992, 6/5.

2 الفوزان، عبد اللہ بن صالح، شرح الورقات فی اصول الفقہ، مکتبۃ دار المنہاج، ریاض، 1431ھ، ص183۔

Al Fouzān, Abullah Bin Ṣāleh, Sharḥ al Warqāt, Maktaba Dār al Minhāj, Riyadh, 1431H, P:183.

3 البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2015ء، کتاب البیوع، باب بیع التمر بالتمر، رقم الحدیث 2170۔

Al Bukhārī, Muhammad Bin Ismāel, Al Jāma'y Al Ṣaḥīḥ, Dār al Haḍārah lil Nashr wa Todīh, Riyadh, 2015, Kitāb al Buyoo, Bāb Bay al Tamar, Hadith No: 2170.

4 ابن عابدین، محمد امین، رد المحتار علی الدر المختار، مطبع مصطفی الحلبی، قاہرۃ، 1386ھ، 1/72۔

Ibn A'bidīn, Muhammad Amin, Rad al Muḥtār a'la al Durar al Mukhtār, Matba Mustafā al Halbī, Cairo, 1386H, 1/72.

5 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2015ء، 1/40۔

Ibn e Kathīr, Ismāel bin Umar, Tafsīr al Qurān al Azīm, Dār al Kutub al Ilmiyah, Beirut, 2015, 1/40.

6 دیکھیے: القرآن 51:56۔

Al Qurān 51:56.

7 النسفی، ابو البرکات عبد اللہ بن احمد، کشف الاسرار شرح المنار، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1406ھ، 2/211۔

Al Nasafī, Abul Barakāt Abdullah bin Ahmad, Kashf al Asrār, Dār al Kutub al Ilmiyah, Beirut, 1406H, 2/211.

8 الاصفہانی، محمود بن عبد الرحمٰن، بیان المختصر شرح مختصر ابن الحاجب، معہد البحوث العلمیۃ، مکۃ مکرمۃ، 2015ء، 2/691۔

Al Asfahānī, Mahmood bin Abdur Rahmān, Bayān al Mukhtasar, Mahad al Buhuth Al Ilmiyah, Makkah, 2015, 2/691.

9 دیکھیے: ابن قدامۃ، عبد اللہ بن احمد، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، قاہرۃ، 2013ء، 1/317۔

See: Ibn e Qudāmah, Abdullah Bin Ahmad, Rowḍah al Nāẓir, Maktaba al Kulyāat al Azhariya, Cairo, 2013, 1/317.

10 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التیمم، باب المتیمم هل ینفیخ فیهما، رقم الحدیث 331۔

Al Bukhārī, Al Jāma'y Al Ṣaḥīḥ, Kitāb Al Tayammum, Bāb al Mutayammim Hal Unfekh fīhimā, Hadith No: 331.

11 العصری، سیف بن علی، تعریف العبادۃ بین التحقیق والمجازفۃ، مطبعۃ الیمن، یمن، 2019ء، ص21۔

Al Aṣarī, Saif Bin Ali, Ta'reef al I'bādah Bain al Tahqīq wal Mujāzaffah, Matba al Yemen, Yemen, 2019, P:21.

12 ایضاً۔

Ibid.

13 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الوتر، باب ماجاء فی الوتر، رقم الحدیث 990۔

Al Bukhārī, Al Jāma'y Al Ṣaḥīḥ, Kitāb al Witr, Bāb Māa Jāa fil Witr, Hadith No: 990.

14 پالن پوری، سعید احمد، تحفۃ الالمعی شرح جامع الترمذی، زمزم پبلشرز، کراچی، 2014ء، 2/285۔

Pālanpurī, Saeed Ahmad, Tohfah al Alma'aie, Zamzam Publishers, Karachi, 2014, 2/285.